اس پمفلٹ میں ایک ایسا دستوری خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ جو نبی صلعم اور آپ کے خلفائے راشدین سے کسی طرح کا استفادہ کئے بغیر "خالص قرآنی" نوعیت کا ہے۔ دستوری خاکہ ہی پیش نہیں کیا گیا بلکہ ایک نئی قرار دادِ مقاصد کا "قرآنی مسودہ" بھی درج کیا گیا ہے۔ اسلام اور دستوریات سے جو مذاق اس خاکے میں کیا گیا ہے، اس پر کسی لمبے چوڑے تبصرے کی گستاخی کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

وحی منظوم | از، علامہ سیماب اکبر آبادی مرحوم۔

شائع کردہ، مکتبۂ پرچم، پرچم اسٹریٹ، حسن علی آفندی روڈ۔ کراچی

ترجمہ و تفسیر قرآن کے میدان میں قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک برابر کاوشیں کی جارہی ہیں اور کی جاتی رہیں گی۔ مختلف اسالیب سے، مختلف پہلوؤں سے اور مختلف طریقوں سے اس "ہدایت نامۂ انسانیت" کے حقائق و معارف کو امت کے دماغوں نے واضح کرنے کی جو سعی کی ہے وہ ہمیشہ نا تمام ہی رہے گی کیوں کہ اس سمندر کی کوئی تھاہ نہیں ہے۔

لفظی ترجمے، بامحاورہ ترجمے اور ترجمانی کے مختلف انداز اختیار کر کے قرآن کے علما نے اپنے اپنے زمانوں میں قرآن کی خدمت کی ہے۔ ازانجملہ بعض لوگ قرآن میں "فنی صناعت" دکھانے کی طرف بھی متوجہ ہوئے ہیں۔ مثلاً قرآن کی بے نقط تفسیر بھی لکھی گئی ہے۔ اسی طرح متعدد شعراء نے قرآن کا منظوم ترجمہ پیش کرنے کے لئے محنتیں کی ہیں۔

ہمارے سامنے وحی منظوم کے نام سے اس وقت علامہ سیماب مرحوم کا لکھا ہوا انیسویں پارے کا ترجمہ ہے۔ جو آرٹ پیپر پر رنگین چھپائی سے پیش کیا گیا ہے۔

کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ سیماب دنیائے شعر و سخن میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں، اور کون یہ نہیں جانتا کہ انہوں نے ہر طرح کے موضوعات اور ہر طرح کے میدان ہائے فکر کو اپنی جولانگاہ بنایا ہے اور پھر جو کچھ لکھا ہے، وہ ان کی قادر الکلامی پر ایک روشن شہادت ہے۔ اور کون یہ بدگمانی کرسکتا ہے کہ قرآن کی ترجمانی کرتے ہوئے انہوں نے نیت کی پاکیزگی کے ساتھ پورے پورے احساسِ ذمہ داری اور پورے پورے فنی اہتمام سے کام نہ لیا ہوگا۔ یہ مرحوم کی احتیاط پسندی ہے کہ اپنے منظوم ترجمے کو زیادہ تر لفظی

ترجمے کی حد میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن اگر قرآن شعر کے پیرائے میں اگر زیادہ موثر ہو سکتا تو یقیناً اس کا نزول نثر میں نہ ہوتا۔ قرآن بہ یک وقت ایک دعوت انقلاب، ایک فلسفۂ حیات، ایک نظامِ اخلاق و معاشرت اور ایک ضابطۂ قانونی پر مشتمل ہے، اور اپنے موضوعات کے لحاظ سے ایسی چیز نہیں ہے کہ شعر کے سانچے میں ڈھل کر اپنے مقصد کو پورا کر سکے! قرآن کے مزاج اور شعر کے مزاج میں بڑا بُعد ہے! اگر قرآن کے مزاج اور اس کے مقصد کو مقدم رکھا جائے تو شعر کے تقاضے مجروح ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور شعر کے مزاج کو زیادہ اہمیت دی جائے تو قرآن کو اپنے مزاج پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ آپ کتنے ہی محتاط ہوں شعر کے وزن اور اس کے قافیے کا اہتمام کرتے ہوئے اگر آپ لفظی و معنوی تحریف سے دامن بچا بھی نکلیں تو بھی اتنا تصرف ناگزیر ہے کہ قرآن نے جس چیز پر زور دیا تھا آپ کے ہاں وہ نرم انداز میں نظم ہو، اور قرآن نے جہاں زور نہیں دیا تھا وہاں بلا ضرورت زور پیدا ہو جائے۔ کہیں غیر ضروری الفاظ کا اضافہ اور کہیں سے ضروری الفاظ کا سقوط قرآن کی فطری فصاحت و بلاغت کو نقصان پہنچائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایک مسلم شاعر کے لئے خدمتِ قرآن کا زیادہ سے زیادہ میدان یہ ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن کی دعوت اور قرآن کی حکمت کو سمجھ کر اور اس کو پوری طرح اپنا کر مختلف موضوعات کے تحت شعر کے پیرائے میں پیش کرے۔ اگر کوئی اس سے بھی آگے بڑھنا چاہتا ہو تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ کسی سورت کو پڑھ کر جو تاثرات وہ اخذ کر سکا ہو، ان کو بالکل اپنے الفاظ میں لا کر نظم کے سانچے میں ڈھال دے۔ لیکن قرآن کا منظوم ترجمہ جتنی مفید خدمت ہو سکتی ہے، اتنی ہی خطرناک بھی ہے!

خود سیاب مرحوم جیسے قادر الکلام شاعر کا یہ منظوم ترجمہ دیکھ کر اندازہ ہوا کہ مرحوم نے ترجمہ کرنے میں جس احتیاط سے کام لیا ہے، اس نے کم سے کم منظوم ترجمے میں شعریت تو پیدا ہونے نہیں دی۔ پھر بسا اوقات ایک نئی بات جو ایک شعر کے مصرع ثانی سے شروع ہوتی ہے وہ دوسرے شعر کے مصرع اول کے نصف ٹکڑے میں آتی ہے اور دوسرے نصف ٹکڑے سے ایک نیا فقرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض مواقع پر قرآن نے جس چیز پر زور دیا تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ چلا گیا ہے یا سرے سے غائب ہو گیا ہے۔

علاوہ بریں بعض اور چیزیں جو کھٹکی ہیں وہ یہ ہیں:

"ایاك نعبد" کا مفہوم "بندگی" کا لفظ اپنے مروجہ معنوں میں ادا کرنے سے قاصر ہے۔ سورۂ کافرون درحقیقت "سورۂ کشمکش" ہے، لیکن بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح سیماب مرحوم نے بھی ترجمہ ایسا کیا ہے کہ یہ "سورۂ رواداری" بن کر رہ گیا ہے۔ مختلف مقامات پر "کلا" کا ترجمہ "کچھ نہیں!" کیا گیا ہے، حالانکہ ہونا چاہیے "ہرگز نہیں!" یہ کلمہ ہمیشہ کسی چیز کی تردید کرنے کے لئے آتا ہے اور بسا اوقات وہ چیز کلامِ ماسبق میں محذوف کردی جاتی ہے جبکہ وہ نزولِ کلام کے وقت ماحول میں نمایاں طور پر موجود ہو! "ہرگز نہیں" کی جگہ اردو محاورے کے مطابق "جی نہیں!" بھی مفہوم دے جاتا ہے۔ سورۂ تکاثر میں لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ کا ترجمہ "پوچھیں گے اس دن حقیقت نعمتوں کی تم سے ہم" اصل مدعا سے ہٹ گیا ہے۔ حقیقت پوچھنے کا یہاں کوئی محل نہیں، بات ہے حساب طلب کرنے کی! سورۂ بینہ میں "مخلصین له الدین حنفآء" کا مدعا تو ترجمہ میں آیا ہے مگر زور جس بات پر تھا وہ باقی نہیں رہا:-

حالانکہ حکم اور کچھ ان کو نہ تھا اس کے سوا　　یوں کریں وہ بندگی اللہ کی (صبح و مسا)،

کہ وہ ہو خالص اسی کی بندگی یکسوئی سے　　اور کریں قائم نماز اور دیں زکوٰۃ (اسکے لئے)،

سورۂ علق میں "الذی علّم بالقلم" کا یہ ترجمہ کہ "وہ سکھایا ہے قلم سے جس نے علم (اسکے سوا)" قابلِ غور ہے۔ ہماری رائے میں "اس کے سوا" کے الفاظ سے مدعا بالکل دوسرے راستے پر پڑ گیا ہے۔ اصل سورۃ میں جس علم کے لئے "اقرأ" کا حکم دیا جا رہا تھا بات اسی کی چل رہی ہے۔

سورۂ انشراح میں "ورفعنا لك ذكرك" کا مفہوم صحیح ادا نہیں ہوسکا: "اور تمہارے ذکر کو دیں رفعتیں (ہر ذکر پر)"۔ رفعِ ذکر کا مفہوم ہے کسی کا چرچا عام کردینا! اسی طرح سورۂ ضحیٰ میں "وللآخرة خیر لك من الاولیٰ" میں تقابل دنیا و آخرت کے درمیان نہیں بلکہ سلسلۂ کلام صاف بتا رہا ہے کہ گفتگو تحریکِ نبوی کے ابتدائے کار کی اور اس کے مستقبل کی ہے۔

هل فی ذلك قسم لذی حجر؟ (الفجر)، کے زوردار استفہامیہ انداز سے قطع نظر کرکے ترجمہ یوں کیا گیا ہے: "ان میں کافی قسمیں ہیں ارباب دانش کے لئے!" "وما نقموا منهم ... (البروج) کے لفظ انتقام کا مفہوم "عوض لینے" سے ادا نہیں ہوتا۔

شعری پابندیوں کی وجہ سے ترجمہ میں جو جھول رہ ہی جاتا تھا وہ تو ہے لیکن وحیٔ منظوم کا جو پارہ ہمارے سامنے ہے اسے دیکھ کر اطمینان ہوا کہ سیماب مرحوم دورِ حاضر کے تفسیری فتنوں سے بچے ہوئے ہیں۔ قرآن کو شاعر ہونے کے باوجود انہوں نے اپنا کھلونا نہیں بنایا۔